امام بخاریؒ کے عمومی اجتہادات کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر عبدالغفار*

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن**

ABSTRACT

In this research while presenting Imam-e-Bukhari's jurisprudential verdicts, the jurisprudential opinion of other scholars (leaders) of Hadith and Jurisprudence (Fiqh) have been discussed comparatively. For example, He (Imam-e-Bukhari) presents his jurisprudential verdict about Islamic economic system. Imam-e-Bukhari has narrated sayings of Prophet (PBUH) in prohibition of selling goods before occupying them. He has presented as a principal that it is prohibited in islam to sell any good before getting its control. All the modern economic problems coming under this principle may be settled with this principal in the light of Islamic law/equity. Let us have an example of stock market, where a person sells the shares which he owns/occupies not. But the seller is always hopeful to buy the agreed upon/ demanded/sold product/good on cheap rates by market to handover it to the buyer/customer.

Key Words:Imam-e-Bukhari, jurisprudential opinion, Compartive study

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مجتہد مطلق ہیں۔آپ فقہی فروع اور اجتہادی مسائل میں دنیا کے مروجہ مسالک سے بالکل آزاد ہیں، آپ مروجہ طرق فکر سے کسی کے بھی پابند نہیں، جیسا کہ آپ کی الجامع الصحیح کے تراجم ابواب سے اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں استخراج مسائل فقہیہ کو موضوع بنا کر اپنی علمی اور دماغی توانائیاں احادیث سے فقہی احکام و مسائل استنباط کرنے پر صرف کر دی ہیں۔صحیح بخاری کے تراجم ابواب میں امام بخاریؒ نے احادیث کے معانی سے جو فقہ مرتب کی، وہ روایتی انداز کی فقہ نہیں ہے بلکہ مصنف کے اپنے اجتہاد و استنباط کے ثمرات ہیں اور یہ مصنف کا ایسا کارنامہ ہے جسے ہم پہلی اور آخری کوشش کہہ سکتے ہیں۔اس لیے واقعہ میں یہ مقولہ صحیح ہے:

”فقه البخاری فی تراجمه“[1]

’’بخاری کی فقہ اس کے تراجم ہیں۔‘‘

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور، نارووال کیمپس۔

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

الغرض امام بخاریؒ نے ’’الجامع الصحیح ‘‘ کو اس پہلو سے جامع بنایا ہے کہ تراجم میں تحقیقی فقہ پیش کی ہے۔امام بخاری کی اجتہادی وفقہی بصیرت کو بیان کرنے کے لیے اس مقالہ میں آپ کے اجتہادات کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں،جن میں ائمہ اربعہ کی بھی آراء کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ امام بخاری واقعی مجتہد مطلق ہیں۔

۱۔ حمام میں قرآن کریم کی قراأت:

اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ حمام میں قرآنِ کریم کی قراأت کی جاسکتی ہے یا نہیں،احناف کے نزدیک حمام میں قراأت قرآن مکروہ ہے۔۲

لیکن امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے نزدیک قراأت قرآن میں کوئی کراہت نہیں۔۳

امام مالکؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔۴

امام شافعیؒ کے نزدیک بھی حمام میں قرآن کی قراأت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔۵

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک حمام میں قرآن کی قراأت قرآن سے گریز کرنا اچھا ہے مگر اولی بات یہی ہے کہ حمام میں قرآن کی قرأت کرنا جائز ہے۔کیونکہ ہم کسی ایسی دلیل کو نہیں جانتے جو اس فعل سے روکتی ہو۔۶

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں (**باب قرأة القرآن بعد الحدث وغیرہ**) کے تحت امام ابراہیم النخعی کے قول کو ذکر کیا کہ حمام میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور امام بخاریؒ کا مؤقف راجح ہے کیونکہ کراہت کے لیے کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔

۲۔ حالت جنابت میں قراأت قرآن:

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے:

’’**أنه لم یر فی القراء ة للجنب بأسا**‘‘۷

’’وہ جنبی کے لیے قراأت (قرآن) میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔‘‘

حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں:

امام ابن بطال وغیرہ نے کہا ہے کہ امام ابن بطال نے حضرت عائشہؓ کی حدیث،یعنی:

’’ **غیر أن لا تطوفی بالبیت.**‘‘

کے ساتھ حائضہ اور جنبی کے لیے قرآن پڑھنے کے جواز پر استدلال کیا ہے کیونکہ اسی میں آپ ﷺ کو مستثنیٰ کیا ہے جبکہ طواف

کے علاوہ مناسک حج میں ذکر، تلبیہ، اور دعا وغیرہ سب شامل ہیں۔۸

حائضہ اور جنبی کے لیے قرائت قرآن کی حرمت میں پیش کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔۹

امام شافعیؒ کے نزدیک جنبی پر مطلق طور پر قرائت قرآن حرام ہے۔۱۰

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف ایک آیت سے کم تلاوت جائز ہے کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے۔۱۱

حائضہ اور جنبی کے لیے قرائت قرآن کی حرمت تو ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حرمت کے اثبات میں پیش کی جانے والی تمام روایات یا تو ضعیف ہیں یا ان میں حرمت کا واضح ثبوت موجود نہیں۔

جیسا کہ امیر صنعانی سبل السلام میں حضرت علیؓ کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث:

"يقرئنا القرآن مالم يكن جنبا."

حرمت کے لیے دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ آپؐ نے صرف حالت جنابت سے کراہت کرتے ہوئے قرائت ترک کردی ہو۔۱۲

البتہ یہ امر کراہت سے خالی نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انی کرهت أن ذكر الله الا على طهر."۱۳

''بے شک مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ پاکیزگی کی حالت کے سوا اللہ کا ذکر کروں۔''

۳۔ جب تک محدث نہ ہو ایک ہی تیمّم سے جتنی نمازیں چاہے پڑھ سکتا ہے:

امام بخاریؒ نے کتاب التیمم میں حضرت حسن بصریؒ سے تعلیقاً بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تیمّم نمازی کو اس وقت تک کفایت کرے گا جب وہ محدث نہ ہو۔ امام بخاریؒ حسن بصریؒ کے اس قول سے ایک ہی تیمّم سے کئی نمازیں پڑھنے کے جواز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک نماز کی ادائیگی سے تیمّم سے حاصل کی جانے والی طہارت ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہر نماز کے لیے تجدید تیمّم کو لازمی قرار دیتے ہیں جیسا کہ ماوردی شوافع کے مسلک کو بیان کرتے ہیں:

"ولا يجتمع بالتيمم صلاتي فرض بل يجدد لكل فريضة طلبا للماء."۱۴

''متیمم ایک ہی تیمّم سے دو فرض نمازیں اکٹھی نہیں کر سکتا بلکہ پانی کی طلب میں ہر فرض نماز کے لیے تیمّم کی تجدید کرے گا۔''

امام مالکؒ اور حنابلہ بھی اسی کے قائل ہیں۔۱۵

لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تمام نمازیں جب تک محدث نہیں ہوتا اس وقت تک فرض اور نفل نمازیں جتنی چاہے پڑھ سکتا ہے۔امام ماوردی امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

’’ويجوز أن يصلي بالتيمم الواحد ما شاء من فرض و نفل مالم يحدث كالوضوء.‘‘۱۶

نماز کا وقت ختم ہو جانے سے تیمّم ٹوٹ جانے کے دعویٰ کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی دلیل ہے۔۱۷

اس لئے امام بخاریؒ اور احناف کا مذہب راجح ہے۔ کیونکہ تیمّم وضو کا قائم مقام ہے جیسے وضو سے محدث ہونے تک مصلی جتنی نمازیں پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے ایسے ہی تیمّم سے بھی پڑھ سکتا ہے۔

۴۔ ایسے شخص کی نماز فاسد نہیں ہوتی جس پر نماز کی حالت میں نجاست ڈال دی جائے:

امام المحدثین امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کے اندر یہ باب قائم کر کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فعل کو نقل کیا ہے کہ وہ حالت نماز میں جب اپنے کپڑے پر خون کو دیکھتے تو کپڑا اتار کر نماز مکمل کر لیتے اور امام ابن المسیبؒ اور امام شعبیؒ کے قول کو نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک ایسی صورت میں نماز کا اعادہ نہیں کیا جائے گا اس کے بعد امام بخاریؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت نقل کرتے ہیں جس میں بحالت سجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قریش میں سے کسی نے اوجھڑی پھینک دی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو جاری رکھا تھا۔ان سب کو بیان کرنے سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اگر دوران نماز اچانک نمازی پر نجاست گر جائے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ اس کی نماز صحیح ہے۔

احناف کے نزدیک بھی ایسی صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔

’’لاتفسد صلاته عندنا.‘‘

’’ہمارے نزدیک ایسے شخص کی نماز فاسد نہیں ہوتی (جس کی حالت نماز میں نجاست لگ جائے)۔‘‘۱۸

شوافع کے نزدیک حالت نماز میں اگر نجاست لگ جائے تو نماز درست نہیں ہوگی جیسا کہ الشرح الکبیر میں ہے:

’’وان حمل النجاسة فى الصلوة لم تصح صلاته.‘‘۱۹

اور فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا قول نقل کیا ہے۔

یعید الصلاۃ؛ وہ نماز لوٹائے گا۔۲۰

امام مالکؒ نے وقت کی قید لگائی ہے کہ اگر نماز کا وقت نکل گیا ہے تو قضا نہیں ہوگی۔۲۱

امام بخاریؒ اور احناف کے مذہب کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ امام بخاریؒ کا استدلال صحیح حدیث سے ہے جبکہ بعض دوسری

روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔۲۲

۵۔ مشرک کا مسجد میں داخل ہونا:

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کے اندر باب دخول المشرک المسجد کے تحت حضرت سعید بن ابی سعیدؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ابو ہریرہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا وہ لشکر والے بنوحنیفہ کے ایک آدمی جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا اسے قیدی بنالائے اور مسجد کے ستون سے باندھ دیا۔''

اس روایت کے تحت امام بخاریؒ نے مشرک کے مسجد میں داخل ہونے کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ ثمامہ بن اثال مشرک تھا جبکہ اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک مطلقاً مشرک مسجد میں داخل ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں مشرکین کے نجس ہونے کا جو ذکر آیا ہے اس سے مراد ان کا اعتقادی نجس ہونا ہے نہ کہ حسی طور پر۔۲۳

مالکیہ کے نزدیک مشرک کا داخل ہونا مطلقاً منع ہے۔۲۴

جبکہ شوافع کے نزدیک مسجد حرام کے سوا تمام مساجد میں مشرکین کا داخل ہونا جائز ہے۔جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے:

" ولا بأس أن يبيت المشرك فى كل مسجد الا المسجد الحرام"۲۵

''مشرک کا مسجد حرام کے سوا تمام مساجد میں رات گزارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾۲۶

اور حنابلہ بھی اسی کے قائل ہیں۔۲۷

مسجد حرام کے سوا تمام مساجد میں مشرک داخل ہوسکتا ہے۔کیونکہ صحیح روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں۔

۶۔ مسجد میں اشعار پڑھنا:

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کے اندر باب الشعر فی المسجد کے تحت حضرت حسان بن ثابتؓ الانصاری کی روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے گواہی طلب کی تمہیں اللہ کی قسم بتاؤ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں سنا کہ اے حسان رسول اللہ کی طرف سے جواب دو اور آپؐ نے دعا کی ''اے اللہ حسان کی روح القدس سے تائید

فرما۔'' حضرت ابو ہریرہؓ بولے: ہاں، یعنی سنا ہے۔

اس حدیث سے امام بخاریؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ شعر جو حق بات پر مشتمل ہوں تو ان کے مسجد میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے مسجد میں ایسے شعر پڑھنے جائز ہیں جن میں سچی، مدح ہو۔۲۸

احناف کے نزدیک ایسے اشعار جن میں اسلام کی مدح اور مکارم اخلاق کی ترغیب دی جائے مسجد میں پڑھنا جائز ہیں۔۲۹

شوافع کے نزدیک مسجد میں ایسے اشعار پڑھنے جائز ہیں جن میں ھجو، جھوٹ مدح وستائش اور عشقیہ باتیں نہ ہوں۔ الحاوی الکبیر میں ہے۔

''فاما ماتجرد عمن ذلک من الأشعار فغیر ممنوع من انشاء ھا وفیه.'' ۳۰

''پس جو اشعار، ہجو، غزل اور جھوٹی مدح سے خالی ہوں تو ایسے اشعار کا گنگنانا مسجد میں ممنوع نہیں ہے۔''

اور حنابلہ کے نزدیک بھی مسجد میں اشعار کا پڑھنا جائز ہے۔۳۱

ایسے اشعار جن میں اسلام کی مدح، اچھے اخلاق کی ترغیب اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثنا ہو تو ان کے مسجد میں پڑھنے کا جواز صحیح احادیث میں موجود ہے۔ جیسا کہ حدیث حسان اس پر دلالت کناں ہے۔ اور جس حدیث میں اشعار کی ممانعت وارد ہوئی ہے تو اس سے مراد ایسے اشعار ہیں جو جاہلیت کے اور عشقیہ ہیں۔

۷۔ مریض آدمی کا ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کا جمع کرنا:

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کے اندر **باب وقت المغرب** کے تحت حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے تعلیقاً یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عطاؒ کہتے ہیں:

''مریض مغرب اور عشاء کو جمع کر سکتا ہے۔ اس قول کو ذکر کرنے سے امام بخاریؒ کی مراد مریض کے لیے ظہر، عصر اور مغرب وعشاء کی نمازوں کو جمع کرنے کے جواز کی طرف اشارہ ہے اور فقہاء میں اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔''

امام احمد بن حنبلؒ اسکے جواز کے قائل ہیں اور **اصحاب الرأی** اور امام شافعیؒ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ اور بعض شوافع کے نزدیک مریض کے لیے یہ رخصت جائز ہے۔۳۲

امام مالکؒ مریض کے لیے شرط لگاتے ہیں کہ اگر اس کا مرض ایسا ہے کہ وہ بہت شدت اختیار کر گیا ہے تو مریض مغرب و عشاء اور ظہر اور عصر کو جمع کر سکتا ہے اور اگر مرض خفیف ہے تو جمع نہیں کر سکتا۔۳۳

علامہ عینیؒ عمدۃ القاری میں قاضی عیاض سے نقل کرتے ہیں:

''مسافر کو سفر میں نماز کے قصر کرنے کی رخصت مشقت کے سبب دی گئی ہے لہذا مرض کو سفر پر قیاس کرتے ہوئے مریض کے لیے یہ رخصت دی جانی چاہیے کہ وہ نمازوں کو جمع کر سکے اور ویسے بھی روزہ نہ رکھنے کی رخصت مریض اور مسافر دونوں کے لیے ہے۔اس لیے مریض کے لیے مباح ہے کہ وہ اپنی بیماری کے پیش نظر ظہر،عصر اور مغرب وعشاء کو جمع کر سکتا ہے۔''

امام بخاریؒ کا مسلک مصلحت کے پیش نظر درست ہے۔

۸۔ ہاتھی دانت اور دیگر مردار جانوروں کی ہڈیوں کی بنی کنگھیاں استعمال کرنا اوران سے بنے برتنوں میں تیل ڈالنا اوران کی خرید وفروخت کرنا:

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ نے ہاتھی کے دانتوں کے بارے میں اپنی صحیح میں کتاب الوضوء میں "**باب ما یقع من الجناسات فی السمن و الماء**" کے تحت امام زہریؒ کا قول نقل کیا ہے:

''ہاتھی دانت اور دیگر مرداروں کی ہڈیوں کے سلسلے میں سلف کے کئی علماء کو میں نے پایا کہ وہ ہاتھی دانت وغیرہ سے بنی کنگھیاں استعمال کرتے اوران سے بنے برتنوں میں تیل ڈالتے اوراس میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔''

پھر امام بخاری نے ابن سیرین اور ابراہیم نخعیؒ کا قول نقول کیا ہے:

"**ولا باس بتجارۃ العاج.**"

''کہ ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

اب اقوال کے ذکر کرنے کا مقصد امام بخاریؒ کے نزدیک ہاتھی دانت اور دیگر مردار جانوروں کی ہڈیوں سے بنی کنگھیاں استعمال کرنے اوران سے بنے برتنوں میں تیل ڈالنا اوران کی خرید وفروخت جائز ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مردار جانوروں کی ہڈیاں مطلقا پاک ہیں اور امام سرخسیؒ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"**الانتفاع بہ مباح فی حالۃ الاختیار فلو کان عینہ نجسا لما أبیح الانتفاع بہ.**"

''اختیار کی صورت میں اس (ہاتھی دانت) سے انتفاع کرنا جائز و مباح ہے کیونکہ اگر اس کا عین ناپاک ونجس ہوتا تو اس سے انتفاع کرنا بھی جائز نہ ہوتا۔''۳۴

امام مالکؒ کے نزدیک یہ مردہ ہے التاج والاکلیل میں ہے:

"**کرہ مالک الادھان فی أیناب الفیل وعظام العقیبۃ والوعظ بھا وبیعھا وشرائعا ولم**

یحرمه."۳۵؎

''امام مالکؒ ہاتھی کے دانتوں اور مردار کی ہڈیوں کے برتنوں میں تیل ڈالنے اور ان سے کنگھی کرنے اور ان کی خرید و فروخت کرنا پسند کرتے ہیں مگر اسے حرام نہیں سمجھتے۔''

امام شافعیؒ کے نزدیک مردار کی ہڈیوں کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔

قال الشافعیؒ : و لا تباع عظام المیتة." ۳۶؎

دوسرے مقام پر امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"**فمن توضأ فی شئی عنه أعاد الوضوء.**"۳۷؎

''سو جس نے (ہاتھی دانت) سے بنی چیز میں وضو کیا تو وہ وضو دوبارہ کرے۔''

اور اسی طرح حنابلہ کے نزدیک بھی ہاتھی کے دانت نجس ہیں اور مردار کی ہڈیاں بھی اور ان سے انتفاع کرنا جائز نہیں ہے۔۳۸؎

امام بخاریؒ اور احناف کا مسلک اس باب میں راجح ہے کیونکہ سنن ابی داؤد میں امام أبوداود نے **باب فی الانتفاع جا لعاج** کے تحت روایت ذکر کی ہے جس میں رسول اللہ نے حضرت ثوبانؓ سے کہا:

"**یا ثوبان: اشتر لفاطمة فلاوة من عصب و ستوازین من عاج.**" ۳۹؎

''اے ثوبانؓ فاطمہ کے لیے منکوں کا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لانا''

اگرچہ روایت سند ضعیف ہے لیکن امام زہریؒ کے قول سے اس کے جواز کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

۹۔ جوتوں سمیت نماز پڑھنا:

امام بخاریؒ نے الجامع الصحیح کے اندر "**کتاب الصلاة**" میں "**باب الصلاة فی النعال**" قائم کر کے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جوتوں سمیت نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ جب ابوسلمہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوتوں میں نماز پڑھا کرتے تھے تو انھوں نے جواب دیا: (نعم) ''ہاں'' پڑھا کرتے تھے۔

ابن بطالؒ کہتے ہیں کہ جوتوں میں نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے جب ان میں کوئی نجاست نہ لگی ہو۔۴۰؎

احناف کے نزدیک بھی پاک جوتوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے جب **حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح** میں امام طحاویؒ رقم طراز ہیں:

" قوله (وليحصل فيهما) ونعل على استحباب الصلاة في النعال الطاهرة وهو منصوص عليه فی المذهب."[۴۱]

امام اسحاقؒ فرماتے ہیں:

"وأما الصلاة فی النعال والخفاف سنة إذا لم يكن عليها اقدار."[۴۲]

(جوتوں اور موزوں میں نماز پڑھنا سنت ہے اگر ان میں گندگی وغیرہ نہ لگی ہو۔)

جمہور کا مؤقف بھی یہی ہے کہ جوتوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ سنن ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خالفوا اليهود فإنهم لا يصلون فی نعالهم ولا خفافهم" [۴۳]

"یہودیوں کی مخالفت کرو، وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔"

اگر جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے پیش نظر یہودیوں کی مخالفت ہو تو ایسا کرنا مستحب ہے۔[۴۴]

۱۰۔ تصاویر اور مجسموں سے خالی کلیسا میں نماز پڑھنا:

امام بخاریؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں "باب الصلاة فی البيعة" یعنی (گرجا گھر میں نماز پڑھنا) کے تحت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

"إنا لا ندخل كنائسكم من أجل التماثيل التي فيها الصور."

"یقیناً ہم تمہارے گرجا گھروں میں اس لیے داخل نہیں ہوتے کہ ان میں تصویریں ہیں۔"

پھر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فعل ذکر کیا ہے:

"وكان ابن عباس يصلي في البيعة إلا بيعة فيها تماثيل."[۴۵]

"ابن عباس رضی اللہ عنہ نصاریٰ کے گرجے میں نماز پڑھا کرتے تھے مگر جس میں تصویریں ہوتیں وہاں نہ پڑھتے۔"

امام بخاریؒ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے عمل سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ نصاریٰ کے معبد خانوں میں نماز کے پڑھنے کا جواز اس صورت میں نکلتا ہے اگر ان میں تصاویر اور مجسمے وغیرہ نہ ہوں۔

احناف کے نزدیک مطلقاً کفار کے معبد خانوں میں جانا حرام ہے اور ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ شیاطین کی

آماجگاہ ہے اور ردالمحتار میں ہے:

"فإذا حرم الدخول فاالصلوة أولى وبه ظهر جعل من يدخلها لأجل الصلاة فيها."[۴۶]

جب کلیسا میں داخل ہونا حرام ہے پھر نماز پڑھنا تو بالاولیٰ حرام ہوا اور اسی سے اس شخص کی جہالت ظاہر ہو جاتی ہے جو اس میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوتا ہے۔

شوافع کے نزدیک بھی کلیسا میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔[۴۷]

لیکن امام ابن تیمیہؒ کے بقول امام احمدؒ اور دوسرے اصحاب سے جو مذہب منصوص ہے وہ یہ ہے کہ وہ کلیسا جس میں تصاویر ہوں ان میں داخل ہونا ناپسندیدہ ہے۔

قال شيخ الإسلام أبو العباس ابن تيمية:

"المنصوص عن أحمد والمذهب الذي نص عليه عامة الأصحاب كراهة دخول الكنيسة التي فيها التصاوير."[۴۸]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنابلہ کے نزدیک اگر کلیسا میں تصاویر نہ ہوں تو داخل ہونا جائز ہے۔

محتاط مؤقف یہی ہے کہ اگر ایسا علاقہ جہاں مسلمانوں کی مسجد نہ ہو اور وہاں پر نصاریٰ کا معبد خانہ ہو اور اس میں تصویر وغیرہ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

۱۱۔ بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی مشروعیت:

اسلام نے نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے کسی خاص جگہ کی قید نہیں لگائی مگر بعض حضرات کا کہنا ہے کہ نمازِ جمعہ صرف شہروں میں ہی ادا کی جائے گی۔

اس لیے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کے اندر "**كتاب الجمعة فى باب الجمعة في القرى والمدن**" قائم کر کے اس قول کی حقیقت بیان کی ہے کہ یہ قول درست نہیں ہے کہ نماز جمعہ صرف شہروں میں ہی ادا کی جائے گی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی ہے کہ:

"إن اول جمعة جُمّعت. بعد جمعة في المسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فى مسجد عبدالقيس بجواثى من البحرين."[۴۹]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد پہلا جمعہ بنو عبدالقیس کی مسجد میں ہوا جو ملک بحرین کے جواثی مقام

میں تھی۔''

اور سنن ابوداؤد میں یہ لفظ زائد ہیں ''بجواثاء قرية من قرى البحرين ''۵۰

جواثی جو کہ بحرین کی بستیوں میں سے ایک بستی (گاؤں، دیہات) تھی (باب الجمعة فى القرى)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر دریافت کیا کہ ہم بحرین میں جمعہ پڑھیں یا نہیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ''أن جمعوا حيث ما كنتم'' (تم جہاں کہیں بھی ہو جمعہ پڑھ لیا کرو۔)۵۱

مزید یہ کہ سکندریہ اور مصر کے گردونواح کے رہائشی سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ان دونوں کے حکم سے جمعہ پڑھا کرتے تھے اور وہاں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔۵۲

اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

احناف کے نزدیک جمعہ صرف بڑے شہر کی جامع مسجد میں ہی پڑھا جا سکتا ہے جب کہ المبسوط میں ہے:

''أما المصر فهو شرط عندنا.''۵۳

''یعنی ہمارے نزدیک جمعہ کے لیے شہر شرط ہے۔''

جمہور کے نزدیک ہر جگہ نماز جمعہ پڑھنا درست ہے۔خواہ شہر ہو یا دیہات۔۵۴

گذشتہ بیان کردہ دلائل جمہور اور امام بخاریؒ کے مؤقف کو ترجیح دیتے ہیں اور فی زمانہ احناف بھی بستیوں میں نمازِ جمعہ کا اہتمام کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

اجتہاد دین اسلام کا ایسا حرکی تصور ہے جو فکری جمود سے آزادی بخشتا ہے صحابہ کرامؓ کو جو مسئلہ درپیش ہوتا الہامی رہنمائی کے حصول کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع فرماتے آپؐ وحی الٰہی کا انتظار فرماتے وحی جلی یا وحی کے ذریعے لوگوں کے مسائل حل فرماتے بعض اوقات اگر وحی نازل نہ ہوتی تو آپؐ شرعی تعلیمات میں غور وفکر کرتے جسے لغوی طور پر اجتہاد کہا جا سکتا ہے لیکن ذاتی خواہشات سے پاک ہونے اور ملکہ نبوت ورسالت کی وجہ سے یہ سنت رسولؐ ہی کہلاتا آپؐ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی اسی طرز عمل کو جاری رکھا تابعین کرامؒ نے کتاب وسنت سے اخذ واستفادہ کے لیے یہی طریقہ کار ان سے سیکھا اور پیش آمدہ مسائل کو اسی منہاج نبوت سے حل کرتے رہے۔ تاہم تابعین کرامؒ میں اجتہاد کے دو مکاتب فکر اہل الاثر اور اہل الرائے کے نام سے معروف ہوئے۔ اہل الاثر کے سرخیل مشہور محدث اور فقیہ تابعی سعید بن مسیّبؒ کو قرار دیا جاتا ہے ان کے منہج کو اختیار کرنے والوں میں امام مالکؒ سرفہرست ہیں۔ اور اہل الرائے مکتبہ فکر کے امام ابراہیم نخعیؒ قرار پائے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید حضرت حماد بن ابی سلیمان

کے شاگرد ہیں۔تیسری صدی ہجری کے حدیث وفقہ کے عظیم امام ابوعبداللہ محمد بن اسمعیل البخاریؒ کا تعلق بنیادی طور پر اہل الاثر مکتبہ فکر سے ہے۔امام صاحبؒ نے اپنی معرکۃ الاراء تصنیف الجامع الصحیح میں جہاں روایت ودرایت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث پر استدلال کی بنیاد رکھی وہاں صحیح بخاری کی ترتیب وتدوین میں اجتہاد وفقہ کو اتنی اہمیت دی کہ ان کی کتاب کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا ’’فقہ البخاری فی تراجمہ‘‘امام بخاریؒ نے اپنی اجتہادی آراء کے ذریعے ہر قسم کے فتنوں کا رد کیا ہے خواہ وہ عقائد کے بارے میں ہوں یا عبادات کے بارے میں امام صاحب نے شریعت کی متعدل آراء کو پیش نظر رکھا ہے۔

زیرنظر مقالہ میں امام بخاریؒ کے عمومی اجتہادی آراء کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر ائمہ حدیث وفقہ کی آراء کو بھی تقابلاً پیش کیا گیا ہے مثال کے طور پر اسلامی معاشی نظام کے متعلق آپ کی اجتہادی اصولی رائے کو پیش کرتے ہیں امام صاحبؒ نے قبضہ سے قبل فروخت کی ممانعت میں احادیث نقل کی ہیں اور اسے ایک اصول کے طور پر بیان کیا ہے کہ اسلام میں قبضہ سے پہلے کسی شے کی فروخت جائز نہیں پس اس اصول میں تمام شرعی جدید مسائل کا شرعی علم اخذ کیا جا سکتا ہے۔ جو اس اصول کے تحت آتے ہیں جیسا کہ سٹاک مارکیٹ میں سیل کا تصور ہے یعنی ایک شخص ایسے شیئرز فروخت کر دیتا ہے جو اس کے قبضہ میں نہیں ہیں لیکن فروخت کرنے والے کو یہ امید ہوتی ہے کہ وہ مارکیٹ سے سستے داموں حاصل کر کے خریدار کے حوالے کر دے گا۔

حوالہ جات

١۔ حافظ عبدالمنان نورپوری، مراۃ البخاری، دارالحسنی نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ،٩٨۔

٢۔ زين الدين بن ابراهيم بن محمد المعروف بابن نجيم المصرى، البحر الرائق، دار الكتاب الاسلامى، الطبعة الثانية،س ن، ٢٨٦/٢۔

٣۔ ابن عابدين، محمد امين بن عمر بن عبدالعزيز الدمشقى، رد المحتار على در المختار،دار الفكربيروت،الطبعة الثانية،١٩٩٢ء ،٢٢٩/٦۔

٤۔ ابو الوليد محمد بن احمد بن رشد القرطبى،البيان والتحصيل والشرح والتوجيه والتعليل لمسائل المستخرجة،دار الغرب الاسلامى بيروت لبنان، الطبعة الثانية،١٩٨٨ء،٢٥٨/٦۔

٥۔ ابو زكريا محى الدين يحيىٰ بن شرف النووى، المجموع شرح المهذب،دار الفكر،بيروت،بدون الطبع،١٦٤/٢۔

٦۔ ابن قدامة ابو محمد موفق الدين عبدالله بن احمد بن محمد الحنبلى،المغنى،مكتبة القاهرة، بدون الطبع،٢٦٥/١۔

٧۔ بخارى، تعليقا، كتاب الحيض، باب تقضى الحائض المناسبك كلها الا الطوف، بالبيت،٤٨٥/١؛محمد بن على بن محمد بن عبدالله الشوكانى، نيل الاوطار،دار الحديث، مصر، الطبعة الاولىٰ، ١٩٩٣ء،٣٤٨/١۔

٨۔ حافظ شهاب الدين ابن حجر عسقلانى، فتح البارى،دار المعرفه لطباعه والنشربيروت لبنان، س ن؛ المعرفة الكبرى،٤٨٦/١۔

٩۔ شمس الدين ابو عبدالله محمد بن احمد بن عثمان الذهبى، ميزان الاعتدال فى نقد الرجال دار المعرفة بيروت،الطبعة الاولىٰ، ١٩٦٣ء،٢٤٠/١؛ العلل لابن ابى حاتم ،٤٩/١؛ابو الحسن على بن عمر بن احمد بن مهدى بن سعود بن النعمان بن دينار البغدادى، سنن دار قطنى،مؤسسة الرسالة ،بيروت،الطبعة الاولى، ٢٠٠٤ء،٨٧/٢؛ ابو نعيم فى لحلية، ٢٢/٤؛ابو الفضل احمد بن على بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانى،التلخيص لحبير فى تخريج أحاديث الرافعى الكبير،دار الكتب العلمية، الطبعة الاولى، ١٩٨٩ء،٢٤/١۔

١٠۔ المجموع،١٨٢/٢۔

١١۔ علاؤالدين ابو بكر بن سعود بن احمد الكاسانى الحنفى، بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،دار الكتب العلمية،الطبعة الثانية،١٩٨٦ء،٣٧/١۔

١٢۔ محمد بن اسماعيل بن صلاح بن محمد الحسينى الكحلانى، سبل السلام،دار الحديث، بدون الطبعة،١٩١/١۔

١٣۔ البانى، محمد ناصر الدين، تمام المنة فى التعليق على فقه السنة،دار الراية للنشر والتوزيع، بيروت،٢٠٠٨ء، السلسلة

الصحیحة،۸۳٤،۱۱۸/۱۔

١٤۔ ابـو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی،الحاوی فی فقه الشافعی شرح مختصر المزنی، دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الاولی،۱۹۹۹ء،۳۵۷/۱۔

١٥۔ الـمـغـنـی، لابـن قـدامـه۹۳۵/۱،ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبی، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد،دار الحدیث القاهرة،بدون الطبعة ۷۹/۱۔

١٦۔ الماوردی،علی بن محمد ،ابو الحسن، الحاوی فی فقه الشافعی، بیروت،دارالکتب العلمیه، ۱٤۱۹هـ،۲۵۷/۱۔

١٧۔ مـحـمـد بـن علی بن محمد بن عبدالله الشوکانی، السیل الجرار المتدفق علی حدائق الأزهار،دار ابن حزم، بدون الطبعة،۱٤۱/۱۔

١٨۔ رد المحتار، حاشیه در المختار، ٤٤۳/۱۔

١٩۔ الشرح الکبیر، ٤۵۷/۱۔

٢٠۔ فتح الباری،٤۱۰/۱۔

٢١۔ نفس المصدر،٤۱۵/۱۔

٢٢۔ فتح الباری،٤۱۵/۱،٤۱٦۔

٢٣۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ۳۹٦/۱۷؛ العنایة شرح الهدایه، ۱۵۹/۱۔

٢٤۔ فتح الباری ۷٦۵/۱۔

٢٥۔ الشافعی، محمد بن ادریس، الام،محقق رفعت فوزی، دار الوفاء، ۲۰۰۱ء،۵٤/۱۔

٢٦۔ التوبة ۲۸:۹۔

٢٧۔ العثیمین محمد بن صالح، الشرح الممتع،دار ابن الجوزی للنشر والتوزیع، دمام، سعودیة،۱٤۲۲هـ، ۵۱٦/٦۔

٢٨۔ فتح الباری،۱۲/ ٦۸۹،٦۹۰۔

٢٩۔ البحر الرائق، ۵۳۱۵؛ رد المحتار، حاشیه در المختار،٦٦۰/۱۔

٣٠۔ الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب، الحاوی الکبیر،دار الکتب العلمیة،۱۹۹۹ء، ۹۳۲/۱۳۔

٣١۔ الشرح الکبیر،لابن قدامه،٤۲۳/۱۔

٣٢۔ الشرح الکبیر، لابن قدمه، ۱۱٦/۲ ؛ المجموع شرح المهذب ۳۸٤/٤۔

٣٣۔ مالك بن انس، المدونة الکبری،سحنون بن سعید، دار صادر، ۱٤۲۳هـ،۲۰٤/۱۔

٣٤۔ السرخسی، شمس الدین، المبسوط،دار المعرفة،بیروت ،۳۷۲/۱۔

٣٥۔ محمد بن یوسف، التاج الاکلیل لمختصر خلیل،دار الکتب العلمیة،بیروت،۱۹۸٤ء،۵۰/۱۔

٣٦۔ الام،٦/٢٤٠۔

٣٧۔ الام،١/٩۔

٣٨۔ المغنی،١/١١٨۔

٣٩۔ سنن ابی داؤد، باب فی الانتفاع بالعاج،حدیث ٤٢١٣۔

٤٠۔ فتح الباری، ١/٦٢١۔

٤١۔ حاشية الطحاوی علی مراق الفلاح، ١/١٠٨۔

٤٢۔ مسائل الإمام احمد،عمادة البحث العلمی، ٢٠٠٢مـ، ٢/٨٣٥۔

٤٣۔ أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة في النعل، رقم الحديث ٦٥٢۔

٤٤۔ فتح الباری، ١/٦٢١۔

٤٥۔ الجامع الصحيح للبخاری، كتاب الصلاة، باب الصلاة في البيعة،١/٢٢٢۔

٤٦۔ رد المحتار،٣/١٧٢۔

٤٧۔ الإقناع للشربينی، ١/١٥٢۔

٤٨۔ المنهاج القويم، ص٢٥٦۔

٤٩۔ الجامع الصحيح للبخاری،الجمعة،باب الجمعة فی القری والمدن،من حديث ابراهيم بن طحمان به، رقم الحديث ٨٩٢۔

٥٠۔ سنن أبوداؤد، كتاب الصلوٰة،باب الجمعة فی القری رقم الحديث١٠٦٨۔

٥١۔ فتح الباری، ١/٤٨٦۔

٥٢۔ فتح الباری، ٢/٣٨٠؛بيهقی، ٣/١٧٨۔

٥٣۔ المبسوط، ٢/٣٠۔

٥٤۔ الأم، ١/٣٢٨؛المجموع، ٦/٣٥٣۔